بیان اکثر تخیل، اندازے اور سنی سنائی باتوں پر قائم ہوتا ہے۔ ایک مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے جس کا بیان آپ بیتی میں ہوتا ہی نہیں، یعنی آپ بیتی لکھنے اور شائع ہونے کے بعد کا مرحلہ۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ آپ بیتی کا دوسرا حصہ بھی لکھتے ہیں۔ پھر بھی زندگی کا کوئی نہ کوئی حصہ رہ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں سوانح نگار اس کا اس طرح اہتمام کرتا ہے کہ اس کی کوئی نئی کتاب، یا پرانی کتاب کا نیا اڈیشن شائع ہو جائے تو اس کے لئے نیا مقدمہ لکھا جاتا ہے جس میں وہ زندگی کے ان احداث وواقعات کو شامل کر دیتا ہے جو اس کی نظر میں خاص اہمیت رکھتے ہوں۔

آپ بیتی چونکہ عام طور پر عمر رسیدگی میں لکھی جاتی ہے، اس مرحلے میں انسانی حافظہ بالعموم کمزور پڑ جاتا ہے۔ اور نسیان اور بھول جانے کا امکان موجود رہتا ہے۔ آپ بیتی لکھنے والے سے چاہتے ہوئے اور حافظے پر زور دیتے ہوئے بھی کچھ واقعات طاقِ نسیاں ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ بیتی کی خامیوں میں سے یہ بھی خامی گنی جاتی ہے کہ سوانح نگار کی زندگی کے کچھ واقعات بھول اور نسیان کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اس خامی سے بچنے کی خاطر کچھ لوگ زندگی میں وقتاً فوقتاً ڈائری اور یادداشتیں لکھتے ہیں جو بعد میں آپ بیتی لکھنے میں کام آتی ہیں۔

ایک اور خامی یہ کہ کچھ واقعات وحقائق کو ارادتاً یا مصلحتاً چھپائے جانے کا امکان موجود رہتا ہے۔ اس کی تلافی دوسروں کی تحریروں سے ہو سکتی ہے۔

آپ بیتی کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ اس میں جھوٹ درج کرنے کا امکان ہے۔ چنانچہ آپ بیتی سے مکمل صداقت کی توقع رکھنا محض خام خیالی ہے۔ صداقت ایک اضافی معاملہ ہے۔ نسیان، نظر اندازی اور ذاتی تصور کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ بیتی میں صداقت اگرچہ یقینی نہیں، مگر کوشش ضرور کی جاتی ہے۔

آپ بیتی کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ سوانح نگار کچھ واقعات کو اس نیت سے نظر انداز کر دیتا ہے کہ ان کے بیان سے کسی کا راز افشا ہونے، یا زندہ ہمعصروں کو تکلیف پہنچنے کا خطرہ اور اندیشہ ہوتا ہے۔ اور کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کا لکھتے وقت مختلف زاویے، یا مختلف انداز سے بیان کیا جاتا ہے۔ ان سب خامیوں کی تلافی کے لئے تاریخ، دوسری تحاریر اور شواہد کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

آپ بیتی محض زندگی کے احداث وواقعات کو قلمبند کرنا نہیں، نہ ہی یہ سوانح نگار کے کارنامے اور آثار کا محض بیان ہے۔ آخر یہ ایک ادبی صنف ہے جسے ادب کے تقاضوں پر پورا اُترنا ہوتا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے پر اپنا اثر چھوڑ سکے۔ اور ادب میں انتخاب، چھان بین اور کانٹ چھانٹ ایک بنیادی تقاضا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ بیتی زندگی کا خالص عکس ہے۔ کیونکہ ایک ادبی شہ پارے کے بنتے بنتے اس میں تبدیلیاں لازماً آتی ہیں۔

عربی اور اردو ادب میں آپ بیتی:

عربی زبان میں اس صنفِ ادب کا بانی ڈاکٹر طٰہٰ حسین سمجھا جاتا ہے جس نے ۱۹۲۹ء میں اپنی خودنوشت سوانح عمری [الأیام] کا پہلا حصہ، اور ۱۹۳۹ء میں دوسرا حصہ لکھ کر بعد میں آنے والوں کے لئے آپ بیتی کا منفرد اور بہترین نمونہ مہیا کیا۔ چنانچہ عربی میں ہمیں ابراہیم المازنی کی [قصة حياة : سرگزشتِ حیات۔۱۹۴۳ء]، سید قطب کی [طفل من القرية : گاؤں کا ایک بچہ۔۱۹۴۶ء]، احمد امین کی [حياتي : میری زندگی۔۱۹۵۰ء-۱۹۵۲ء]، ابراہیم عبدالحلیم کی [أيام الطفولة : بچپن کا زمانہ۔۱۹۵۵ء]، میخائیل نعیمہ کی [سبعون : ستر۔۱۹۶۹ء]، توفیق الحکیم کی [سجن العمر : عمر قید۔۱۹۶۴ء]، بنت الشاطی کی [على الجسر : پل پر۔۱۹۶۷ء]، شوقی ضیف کی [معي : میرے ساتھ]، محمود عباس العقاد کی [أنا : میں]، ثروت اباظہ کی [ذكريات لا مذكرات : یادیں، یادداشتیں نہیں]، نوال السعداوی کی [مذكرات طبيبة : ایک لیڈی ڈاکٹر کی ڈائری] اور فدویٰ طوقان کی [رحلة صعبة : مشکل سفر] معروف آپ بیتیاں ملتی ہیں۔

اردو میں خودنوشت سوانح عمری لکھنے کی روایت بہت پرانی نہیں ہے۔ اس کے باوجود کافی آپ بیتیاں لکھی گئیں، جن میں سے جوش ملیح آبادی کی [یادوں کی برات]، عبدالماجد دریابادی کی [آپ بیتی]، عبدالمجید سالک کی [سرگزشت]، مشتاق یوسفی کی [زرگزشت]، شوکت تھانوی کی [مابدولت]، ممتاز مفتی کی [علی پور کا ایلی] اور [الکھ نگری]، مرزا ادیب کی [مٹی کا دیا]، احسان دانش کی [جہانِ دانش]، ادا جعفری کی [جو رہی سو بے خبری رہی]، کشور ناہید کی [بری عورت کی کتھا]، انیس ناگی کی [ایک ادھوری سرگزشت] جاوید شاہین کی [میرے ماہ و سال] اور سعیدہ مشکور کی [بیگم کی ڈائری] زیادہ معروف و مشہور ہیں۔

سیاسی افراد کی آپ بیتیوں میں ایوب خان کی [جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی] جو انگریزی کتاب [Friends not Masters] کا ترجمہ ہے؛ فیروز خان نون کی [چشم دید]، کوثر نیازی کی [اور لائن کٹ گئی]، بے نظیر بھٹو مرحومہ کی [دُخترِ مشرق] جو انگریزی کتاب [The Daughter of the East] کا ترجمہ ہے؛ شیخ عبداللہ کی [آتش چنار]، اور قدرت اللہ شہاب کی [شہاب نامہ] ایسی آپ بیتیاں ہیں جن میں ان کا عہد سانس لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ (۳)

ان کے علاوہ اردو کی جن آپ بیتیوں کو عمدہ قرار دیا گیا ہے ان میں سے رضی علی کی [اعمال نامہ]، سید ہمایوں مرزا کی [میری کہانی میری زبانی]، دیوان سنگھ مفتون کی [ناقابلِ فراموش]، حسین احمد مدنی کی [نقشِ حیات]، زیڈ اے بخاری کی [سرگزشت]، رشید احمد صدیقی کی [آشفتہ بیانی میری]، اور حسین رائپوری کی [گرد راہ] شامل ہیں۔ (۴)

عام طور پر ان خودنوشت سوانح عمریوں میں بہت سارے عوامل کے پیشِ نظر لکھنے والے اپنی ذات کو بے حجاب نہیں کر سکے۔ لکھنے والوں نے اپنے اندر کے مرد یا عورت کو چھپا کر مشہور ادیب کا تعارف کرانے تک خود کو محدود رکھا۔ چنانچہ یہ کوششیں محض یک رخی تصویریں ثابت ہوئی ہیں۔ (۵)

۲ - ۵ : لمحہ بہ لمحہ زندگی کے مصادر اور اس کا منہج

(الف) منہج:

ابوالامتیاز ع س مسلم اردو ادب کی متنوع شخصیت ہیں۔ وہ پختہ شعور رکھنے والے دانشور اور ہمہ جہت ادیب ہیں۔ اُنہوں نے اردو کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی۔ وہ ایک کامیاب تاجر کی حیثیت سے بھی معروف و مشہور ہیں۔ مسلم اردو زبان پر بلا کی قدرت رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے عربی زبان میں اگر اُن کی کوئی مثال ڈھونڈی جائے تو ادبِ عربی کے سرخیل ڈاکٹر طہ حسین، یا معروف مفسرِ قرآن شیخ طنطاوی جوہری صاحبِ تفسیر جواہر کے نام ہی زیادہ موزوں نظر آتے ہیں۔ زباں دانی، ذخیرہء الفاظ اور سلاست و روانی کے معاملے میں یہ تینوں نامی گرامی یکتائے روزگار ہیں۔

ع س مسلم فلسفیانہ سوچ کی حامل شخصیت ہیں۔ ہر وقت عقل و خرد کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف رہتے ہیں۔ ہر وقت نئے نئے خیالات سوچتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار نیازی کے بقول: [ع س مسلم کہنے کو تو ایک فرد ہیں۔ مگر درحقیقت اپنی ذات میں سراپا انجمن ہیں۔ ان کی مصروفیات پر نظر دوڑائی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ اس عمر میں جوانوں کی طرح کام کرتے ہیں۔] (۶)

"لمحہ بہ لمحہ زندگی" ع س مسلم کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو اُنہوں نے تقریباً سن ۲۰۰۰ء میں لکھنا شروع کی۔ اور ۲۰۰۵ء میں مکمل کر کے شائع کرائی۔ یہ آپ بیتی ۷۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ع س مسلم نے غالباً آپ بیتی لکھنے سے بہت عرصہ پہلے اس کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ دسمبر ۱۹۹۶ء کے ایک انٹرویو میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کو بتاتے ہیں: [میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے بارے میں کچھ لکھوں۔ اور اپنی زندگی کے بعض تجربات یا یادداشتیں، سوانح حیات یا آپ بیتی کی شکل میں لکھوں] (۷)

"لمحہ بہ لمحہ زندگی" بھی ع س مسلم کی بقیہ تصنیفات و تالیفات کی طرح ایک حمد اور ایک نعت سے شروع ہوتی ہے۔ حمد مدینہ منورہ میں جمعرات ۲۸۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں لکھی گئی۔ اس کا پہلا شعر یوں ہے:

نام سے تیرے ہے آغازِ
بیان
تو ہی رحمان و رحیم و مہرباں

جبکہ نعت غزل کی ہیئت میں مدینہ منورہ ہی میں بروزِ پیر ۳۰۔ دسمبر ۱۹۸۵ء میں لکھی گئی۔ اور درج ذیل شعر سے شروع ہوتی ہے:

پھر وفورِ شوق میں خونِ جگر
ہوتی
گئی

باعثِ لطفِ نظر یہ چشم تر
ہوتی گئی

کتاب میں ایک سو کے قریب رنگین اور بلیک اینڈ وائٹ تصویریں شامل ہیں جن میں مسلم صاحب، ان کی فیملی، اس وقت کی سرکردہ سیاسی، ادبی اور تجارتی شخصیات بھی دکھائی دیتی ہیں۔ ان تصویروں کی اکثریت ع س مسلم کے دنیا کے مختلف ممالک کی سیر وسیاحت، حج وعمرہ کی ادائیگی اور قومی وبین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کے دوران کھینچی گئی ہے۔

لمحہ بہ لمحہ زندگی کے شروع میں مسلم صاحب کا لکھا ہوا ایک مختصر مگر جامع مقدمہ موجود ہے جو میری نظر میں بہترین زبان وبیان اور اعلیٰ ترین فکر وتدبر کا ایک نمونہ شمار کیا جانے کے قابل ہے۔

ع س مسلم پر دوستوں کا اصرار [لمحہ بہ لمحہ زندگی] لکھنے کا سب سے بڑا محرک رہا۔ مقدمے میں لکھتے ہیں کہ ان کے احباب ان سے اکثر یہ تقاضا کرتے رہے کہ جس جدوجہد سے وہ گزرے ہیں، جن حالات وواقعات نے ان کی، ان کے فکر وخیال، ان کے کردار وعمل اور ان کے زمانے کی صورت گری کی ہے؛ جس طرح اُنھوں نے قوموں کو باہم دست وگریباں اور ان کی قسمتوں کے فیصلے ہوتے دیکھے ہیں؛ سلطنتوں اور مملکتوں کو شکست وریخت سے دوچار ہوتے، انسانوں کو بدلتے اور تاریخ کو بنتے اور بگڑتے دیکھا ہے، بلکہ اس کے شریکِ عمل بھی رہے ہیں وہ سب مشاہدات وتجربات نسلِ نو کی امانت ہیں اور اُسے منتقل ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ع س مسلم نے ہامی بھر لی اور آپ بیتی لکھنا شروع کر دی۔ (۸)

لمحہ بہ لمحہ زندگی میں کل پندرہ ابواب ہیں۔ ہر باب کا اپنا الگ عنوان ہے اور ہر باب کے نیچے ذیلی عنوانات ہیں۔ عنوانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ع س مسلم اس معاملے میں خاص صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ عنوانات متنوع، پرکشش اور قاری کو مزید پڑھنے پر اُکساتے ہیں۔ بعض عنوانات قرآنی آیات سے عبارت ہیں جیسے:

- اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً (۹)
- نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرّاً (۱۰)

بعض آیات کے ترجمہ سے عبارت ہیں جیسے:

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؛ آیت کے الفاظ یہ ہیں: [فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ] (۱۱)

بعض فارسی میں لکھے گئے جیسے:

- عراق: دید بغداد آنچہ روما ہم نہ دید

- حدیثِ من وتو

بعض پنجابی میں لکھے گئے جیسے:

- وے ویرا میرا کوئی نئیں

بعض کسی شعر کے ایک حصہ سے بنائے گئے جیسے:

- کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو

- میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے (۳۱)

اور بعض ضرب الامثال سے لئے گئے جیسے:

- حرکت میں برکت ہے

ع س مسلم بڑے شاعر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ لمحہ بہ لمحہ زندگی اگر چہ شاعری کی کتاب نہیں لیکن توقع یہ تھی کہ شاعر اپنی شاعرانہ فطرت سے مغلوب ہو کر زیادہ تعداد میں اشعار کا حوالہ دیں گے۔ مگر برخلافِ توقع لمحہ بہ لمحہ زندگی میں بہت کم اشعار وارد ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود جو اشعار آئے ہیں وہ موقع ومحل اور سیاق وسباق کی مناسبت سے صحیح ترین آئے ہیں۔

عام طور پر آپ بیتی کا نقطۂ آغاز لکھنے والے کی پیدائش سے ہی ہوتا ہے مگر کبھی کبھی اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی ہوتا ہے۔ لمحہ بہ لمحہ زندگی کا آغاز ع س مسلم کی پیدائش سے پہلے، یعنی پس منظر سے ہوا۔ اس کی وجہ خود مسلم صاحب یہ بتاتے ہیں کہ جب اُنہوں نے قلم اُٹھایا تو اس کشمکش کا سامنا کرنا پڑا کہ کہاں سے آغاز کریں اور کس سمت بڑھیں۔ چنانچہ اُنہوں نے چار و ناچار اپنے پس منظر اور ابتدائی ایام سے آغاز کیا۔ اور جوں جوں آگے بڑھتے گئے سمتیں پھیلتی گئیں۔ (۳۱) لمحہ بہ لمحہ کا اختتام ع س مسلم کے چند خواب اور مرئیات وغیر مرئیات کے چند واقعات پر کیا گیا۔

(ب) مصادر:

لمحہ بہ لمحہ زندگی میں ع س مسلم نے علمی اور حقائق پر مبنی منہج اپنایا ہے۔ انہوں نے حتیٰ المقدور کوشش کی کہ واقعات صحیح ہوں۔ تاریخ کے ساتھ درج ہوں اور جہاں جہاں مزید حوالوں کی ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے حوالے پیش کرنے سے گریز نہیں کیا۔ تاکہ ان کے عہد کی تصویر کا وہ رُخ سامنے آجائے جو انہوں نے دیکھا یا اس کا حصہ بنا ہو؛ ان کا سفرِ حیات جس انداز سے گزرا ہے، اور انہوں نے اس راہ میں جو کچھ دیکھا، سنا یا پایا اور جو تاثر اخذ کیا ہے اس کی حتیٰ الامکان عکاسی ہو جائے۔ (۴۱)

مسلم نے اگرچہ بہت سارے واقعات کو بیان کرنے میں اپنے حافظہ پر بھروسا کیا مگر قرآن پاک، سنت نبوی، علماء اور بزرگوں کی تصنیفات وتالیفات، شعراء، ادباء اور معاصر مصنفین کے ابداعاتِ قلم ان کے پیش نظر رہے۔ ان سے حوالے کے ساتھ بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر استفادہ کیا۔ انہوں نے لمحہ بہ لمحہ زندگی میں اپنی ڈائریوں اور یادداشتوں کو بھی بنیادی حیثیت دی۔ ساتھ ساتھ اپنی سابقہ تصنیفات سے بھی بوقتِ ضرورت کام لیا۔

وہ خود کہتے ہیں:[زندگی میں بہت کم ڈائری لکھی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھ سے یہ التزام نہیں ہوتا۔ ہاتھ میں محض اس خیال سے بیاض اُٹھائے پھرنا کہ اپنے مشاہدات وخیالات قلم بند کرتا جاؤں گا، تو طبیعت پر بالکل ہی گراں گزرتا ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ حساس دل اور اہلِ قلم ہونے کی حیثیت سے یہ روّیہ درست نہیں۔ نجانے کتنے نادر خیالات، دلچسپ مشاہدات اور لطیف جذبات اس کاہلی کی نذر ہو گئے جو شاید کبھی گرفت میں نہ آسکیں۔[پر طبیعت اِدھر نہیں آتی]۔ تاہم کوئی عادت استثنا سے خالی نہیں، میں نے اپنے بعض خواب جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا، بیدار ہو کر بروقت تحریر کر لئے اور بعد میں پوری تفصیل کے ساتھ درست ثابت ہوئے، ان میں سے تقسیم ہند کے بارے میں بھی ایک خواب شامل ہے جو میں نے اصل واقعے سے دو سال قبل دیکھا اور بعد میں حرف بحرف درست ثابت ہوا۔ بعض واقعات احباب اور قرابت داروں کو تحریر کردہ خطوں میں بھی محفوظ رہ جاتے ہیں۔ (۵۱)

۹ نومبر ۱۹۹۱ء میں ۲۶ ویں ایشیائی کانفرنس برائے ذہنی پسماندگان میں شرکت کے دوران ع س مسلم نے ڈائری لکھی۔ کہتے ہیں:[اپنی داستان رقم کرنی شروع کی تو سو فیصدی اپنی یادداشت پر بھروسا کرنا پڑا جو اس عمر میں یقیناً ایک مشکل امر ہے۔ لیکن میں نے اپنی دانست میں صحتِ واقعات وبیان سے روگردانی نہیں کی](۶۱)

۳ - ۵: "لمحہ بلمحہ زندگی" کی زبان اور اسلوب

ع س مسلم کی بہ حیثیت ادیب وشاعر سب سے بڑی خصوصیت ان کی اردو زبان پر غیر معمولی دسترس ہے۔ مادری زبان پنجابی ہے۔ عربی، انگریزی اور فارسی سے خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔ جس کی بدولت انہیں الفاظ سے اشتقاق کرنے، ترکیب بنانے اور استعارات وکنایات اور تشبیہات وتلمیحات استعمال کرنے میں کوئی دقت محسوس ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ لمحہ بہ لمحہ زندگی کی زبان سلیس اور آسان، اُسلوب بھی پرکشش، قرآنی آیات، احادیثِ نبوی، اردو، فارسی اور پنجابی اشعار، خوبصورت تشبیہات واستعارات اور محاورات وضرب الامثال سے مالا مال ہے۔ یہاں چند محاورات اور ضرب الامثال پیشِ خدمت ہیں جن پر غور کرنے سے ہمیں مسلم اور مسلم جیسی [سیلف میڈ] شخصیتوں کی زندگی کے اصول اور ان کے سوچنے کے انداز کا عکس دکھائی دیتا ہے:

- حرکت میں برکت ہے
- سفر وسیلۂ ظفر

- بیل منڈھے چڑھتی نظر آنا
- کریلا اور نیم چڑھا
- جلتی پر تیل کا کام کرنا
- اُوکھلی میں سر دینا
- جان بچی لاکھوں پائے
- سو سُنار کی ایک لوہار کی
- نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

زبان دانی کے حوالے سے ع س مسلم شعر کے روپ میں کہتے ہیں:

میں کہ شاعر ہوں ، سخنور ہوں ، سخن گستر بھی
ہوں
صاحبِ تقریر ہوں ، اہلِ قلم ہوں ، نورِ دیدہ ور بھی
ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ بے شک خُسرو ِحسن و بیاں
ہوں میں
حرف کا ، الفاظ کا ، اظہار کا بحرِ رواں ہوں میں
صف بہ صف ہیں دست بستہ سامنے لفظ
و بیاں
موتیوں کے مِثل میں جڑ دوں ، جسے چاہوں ،
جہاں (۷۱)

نظم میں وہ لفظ و معنیٰ کی تحقیق میں لگے رہتے ہیں، سفر ناموں میں وہ مکمل تاریخی حوالے لے آتے ہیں۔ انشائیوں میں وہ حقیقتوں اور سچائیوں سے صرفِ نظر نہیں کرتے۔ کالموں میں وہ ماضی و حال دونوں سے سروکار رکھتے ہیں۔ غزل میں الفاظ کی لطافت اور موضوع کی نزاکت کا خیال رکھتے ہیں۔ تنقید میں کھرا اور دوٹوک انداز اختیار کرتے ہیں۔ حمد و نعت میں قرآن اور حدیث کے بغیر قدم نہیں اُٹھاتے۔ (۸۱)

عام آپ بیتیوں کی طرح لمحہ بہ لمحہ زندگی کا اسلوب حکایت اور داستان سرائی پر انحصار نہیں کرتا، بلکہ ساتھ ساتھ یہ علمی اسلوب بھی اپناتا ہے، جس میں مصادر و مراجع اور حوالوں کی اہمیت مسلمہ ہے۔ اس لئے مسلم جن کتب سے استفادہ کرتے ہیں ذمہ دار ادیب کی

حیثیت سے ان کا حوالہ دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔

مسلم صاحب بنیادی طور پر عالمانہ اسلوب رکھنے والے محقق ہیں۔(۹۱) ایک ممتاز محقق کی طرح ع س مسلم کسی موضوع کو زیر بحث لاتے ہیں۔ پھر اس کے بارے میں اپنا نقطہ نظر اور اپنی سفارشات ضرور قلمبند کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے گاؤں [لوہگڑھ] پر سیر حاصل بحث کر کے کہتے ہیں: [چنانچہ میرے نقطہ نگاہ سے اصل لوہگڑھ یہی ہے جو ضلع جالندھر، تحصیل نکودر میں میرا گاؤں ہے]۔ (۲۰)

پنجابی زبان کے ادبی اور صوفی ورثے کے بارے میں بات کرنے کے بعد ع س مسلم اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: [میرا خیال ہے کہ تفہیم دین، قدر انسانیت، عجز و انکسار، عدل و انصاف، ہمت و مردانگی، اخوت و مساوات، خدمت خلق، صبر تحمل، خلوص و بے غرضی اور تزکیہ نفس کی بنیادی تربیت کے لئے کلاسیکل پنجابی ادب کی کتب کے مقابلے میں شاید ہی کسی اور زبان کا ادب پیش کیا جا سکے](۱۲)

لمحہ بہ لمحہ زندگی کے اسلوب پر کہیں کہیں شاعرانہ زبان کی جھلکیاں پوری قوت سے دکھائی دیتی ہیں۔ لڑکپن کا زمانہ تھا۔ کٹر ہندوؤں کے گہوارہ بنارس میں اپنے بڑے بھائی سلطان کے گھر جانا پڑا۔ بنارس کے محلّہ [ریشم کٹڑہ] میں سلطان بھائی کے گھر جاتے ہوئے [کاشی] ریلوے سٹیشن سے تانگہ میں بیٹھ گئے۔ اور اندر سے ہندوؤں کے حملوں سے خوفزدہ تھے۔ کہتے ہیں: [گلیاں اور سڑکیں سنسان تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا بنارس سو رہا ہے۔ اور ایک ہی تانگہ چلا جا رہا ہے جس کے گھوڑے کی ٹاپ شہر بھر میں گونج رہی ہے۔ میرے دل کی دھڑکن بھی اس کے ساتھ تال دیتی جا رہی تھی۔ ہر لمحہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی کوئی [ہر ہر مہادیو کی جے] کے جیکارے لگاتا ہوا میری پسلی میں چھرا آ گھونپے گا۔ یا تانگے والا ہی نہ معلوم کہاں لے جائے۔ اور [ریشم کٹڑہ تھا کہ آ کے نہیں دے رہا تھا]۔ (۲۲)

شاعرانہ زبان کا ایک اور نمونہ دیکھئے: [میں نے سنہرے و سرخ صحراؤں.... جنت نشاں مرغزاروں.... بحر کی نیلم رنگ موجوں کی طرح مسلسل حرکت پذیر ریت کے ٹیلوں.... حد نظر تک لہروں کی طرح اُبھرتے اور اُترتے ہوئے سبزہ زاروں.... ہمسر فلک پہاڑوں.... ٹھاٹھیں مارتے ہوئے زمردیں سمندروں.... قصر سلیمان کے نیلگوں بلوریں فرش کے مانند دامن صحن کوہ میں باد صبا کی طرح مہکتی ہوئی پانی کی نرم و نازک خرام موجوں اور ان پر کنول کی طرح ہلکورے کھاتی ہوئی کشتیوں.... پریوں کی طرح بلندیوں سے اُترتے ہوئے آبشاروں.... چنچل اور سرمست بل کھاتے ہوئے پہاڑی جھرنوں اور ندیوں.... تشنہ لب و خشک سار کھیتوں.... خوبصورت بستیوں اور شہروں کے بیچوں بیچ سے حسن کوہ قاف کی سنہری زلفوں کی طرح لہراتے ہوئے دریاؤں۔ فضاؤں میں پریوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے سر بفلک درختوں.... روش بہ روش پھولوں سے مزین اور ان کی خوشبوؤں سے معطر تختوں.... سخت و سنگین پہاڑی پگ ڈنڈیوں.... کراں تا کراں سفید ملبوس میں برف پوش میدانوں اور چٹانوں ... قیامت کی گرمی اور گردش خون منجمد کر دینے والی سردی کے موسموں.... اور قدرت کی ہمہ دم بوقلموں نوع بنوع اور تحیر خیز نیرنگیوں کے مناظر سے قلب و نظر کو شاداب کیا]۔ (۳۲)

ع س مسلم کا بیانیہ ایسا دلکش، رواں اور اپنی محرومیوں کی نفی کر کے غم ذات کو غم کائنات میں ضم کرنے والا ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: [چنانچہ کسی نہ کسی طرح گرتے پڑتے میں زمانہ قدیم کی یہ اُونچی اور گول سیڑھیاں چڑھ گیا۔ آگے ماں بانہیں کھولے کھڑی تھی۔ اور میں اپنی جنت کی آغوش میں تھا]۔ (۴۲)

ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیں: [امتحان کا نتیجہ آنے تک، بے یقینی و ذہنی پریشانی سے قطع نظر، اب فرصت ہی فرصت تھی۔ آگے تعلیم کا کوئی امکان نہ تھا۔ ماضی کا باب بند ہو چکا۔ مستقبل کی کوئی صورت گری سامنے نہ تھی۔ اور حال برزخ کی کیفیت میں گزر رہا تھا]۔ (۵۲)

۴ - ۵: لمحہ بہ لمحہ میں ع س مسلم کا مکمل عکس

والدین:

لمحہ بہ لمحہ زندگی میں ع س مسلم کی پوری تصویر ان کی جائے پیدائش اور ان کے والدین سے ہی شروع ہوتی ہے۔ والدین کے بارے میں کم معلومات ملتی ہیں۔ والد صاحب چودھری نبی بخش کے بارے میں ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک قسمت آزما تاجر تھے۔ اپنے اُوپر بہت اعتماد تھا۔ فضول خرچ بھی تھے۔ بہت پیسے کمائے۔ اور بہت پیسے ضائع کئے۔ پیسے ان کے ہاتھ میں نہیں ٹکتے تھے۔ ان کی فطرت میں بخل اور ارتکاز مال و دولت نہ تھا۔ پیسے لوگوں پر لٹاتے تھے۔ ان کی عزت بنتی تھی۔ اور نام ہوتا تھا۔ شاید حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کے باعث انہیں کل کی فکر بھی نہ تھی۔ جب بھی کچھ روپے جمع ہو جاتے ان کے ہاتھ میں کھجلی ہونے لگتی۔ (۶۲)

وہ تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ لیکن ضرورت کے تقاضے اور اپنی مہم جو طبیعت کے باعث کھیتی باڑی ترک کر کے تلاشِ معاش میں کلکتہ چلے گئے، جہاں اُن کی ملاقات اپنے ایک ہم وطن اور ہم زبان (ملسیاں ضلع جالندھر) کے خاندان سے ہو گئی، اور وہ اُن کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ [کچھ عرصہ بعد بنیادی تربیت اور تجربے کے بعد مزدوری سے آگے بڑھ کر (انہوں نے اُن کے روزمرہ) کے کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا.... اور اپنی دلچسپیاں "تجارت" کی طرف منتقل کر لیں]، (۷۲) جس میں انہیں بنگال، بہار اور یو پی کے چھوٹے بڑے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کے سفر کا موقع ملا، اور ان کی قسمت کے دروازے کھل گئے۔ پردیس میں ان پر علم کی اہمیت واشگاف ہوئی اور اپنے والد کو خط لکھا کہ بڑے بیٹے علی شیر کو کھیتوں سے فارغ کر کے سکول میں داخل کر دیا جائے، اس طرح گھر میں علم و ادب اور ثقافت کی بنا پڑ گئی۔ استقلالِ پاکستان سے کچھ عرصے پہلے مسلم صاحب کے برادرِ بزرگ چودھری سلطان محمد نے بنارس میں ایک اخبار [انصاف] جاری کیا لیکن اخبار سرمائے اور اشتہار کے بغیر نہیں چل سکتے۔ وقت اور بنارس کی فضا بھی اس کے لیے سازگار نہ رہی تھی۔ چنانچہ یہ اخبار ناکام رہا۔ (۸۲)

چودھری نبی بخش نے دو شادیاں کیں تھیں۔ مسلم صاحب دوسری بیگم کے بیٹے ہیں۔ ان کی وفات ۱۹۶۶ء میں ہوئی۔

جہاں تک والدہ ماجدہ رحمت بی بی کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں لمحہ لمحہ زندگی میں کوئی تشفی بخش معلومات نہیں۔ اتنا پتہ چلتا ہے کہ بہت رحم دل ماں تھیں اور ۱۹۴۹ء میں وفات پا گئیں۔ مسلم صاحب ان کے متعلق لکھتے ہیں: [گاؤں، لوبگڑھ، میں میری ماں دفن ہے۔ جس کی صورت اور قبر ہر وقت میری آنکھوں میں بسی رہتی ہے۔ کاش میں اپنی ماں کی قبر سے لپٹ کر رو سکتا۔ لیکن وہ قبر بھی شاید اب دریا بُرد ہو چکی ہے]۔ (۹۲)

مسلم کا بچپن اور جوانی:

لمحہ لمحہ زندگی سے ہمیں مسلم صاحب کے بچپن کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ ان کا بچپن ایک عام بچے کی طرح گزرا۔ اپنے والدین کی نگاہ میں کمزور ڈیل ڈول کا بچہ تھا۔ شرمیلا تھا۔ کسی سے راستہ تک پوچھتے ہوئے جھجکتا تھا۔ کھیل کود میں کم شرکت کرتا تھا۔ کبھی کبھی کشتی اور کبڈی کھیلتا تھا۔ سخت یا مشکل کھیلوں اور مشغلوں میں دور دور سے دیکھنے پر اکتفا کرتا تھا۔ لوبگڑھ اور بانگی وال کے نوجوان دونوں گاؤں کے درمیان ایک دوسرے کے مقابل جمع ہو جاتے اور ایک دوسرے کی خاطر تواضع گالیوں اور ڈنڈوں سے کرتے تھے۔ مسلم صاحب کو بچپن میں چند بار اس انتہائی نامعقول اور غیر دلچسپ مشغلہ کو دُور دُور سے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ (۰۳)

مسلم صاحب کے گاؤں میں کوئی سکول یا مکتب نہیں تھا۔ پانچ چھ سال کی عمر میں سب سے پہلے انہوں نے اپنی ارائیں برادری کے قاضی نور احمد کے سامنے شیشم اور نیم کے سائے تلے چند اور طالبعلموں کے ساتھ زانوئے تلمذ کیا۔ قاضی سخت دل اور دست دراز بھی تھا۔ مار پٹائی بھی کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے مسلم کو اس کے پاس جانے سے روک دیا گیا۔ اس کے بعد گاؤں سے کوئی تین میل کے فاصلے پر ایک سکول میں داخلہ دلایا گیا۔ جہاں وہ سکول آتے جاتے خوفزدہ اس لئے رہتے تھے کہ راستے میں انہیں سرکنڈے کے جنگل، اونچے کھیتوں اور گھنے درختوں کے درمیاں سے اکیلا گزرنا پڑتا تھا۔ (۱۳)

مسلم صاحب بچپن میں علمِ ریاضی میں زیادہ تیز نہیں تھے۔ آٹھویں جماعت میں اپنے والد صاحب کے دیئے گئے ریاضی کے سوالات کا، بہت زیادہ وقت لینے اور کئی صفحات سیاہ کرنے کے باوجود اکثر غلط جواب دیتے تھے۔ اس کے باوجود وہ ایک سمجھدار بچہ تھے۔ لائق بھی تھے۔ اساتذہ کی آنکھ کا تارا تھے۔ سب ان کی اہلیت سے خوش تھے۔ نمایاں کامیابی کے ساتھ پاس ہوتے تھے۔ تعلیم کے دوران نصابی وغیر نصابی سرگرمیوں میں دل سے شریک ہوتے تھے۔ اور کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بارشوں اور طغیانی کا موسم ختم ہو جانے کے بعد دریا کا پاٹ کم ہو جاتا۔ لیکن کہیں کہیں گہری جگہوں پر پانی جمع ہو کر جھیل یا تالاب کی شکل اختیار کر لیتا۔ مسلم صاحب کبھی کبھی دریا کی سیر اور ان کے ڈھابوں میں نہانے کے لئے جاتے تھے۔ (۲۳) وہ ایک حد تک شرارتی بچہ تھے۔ پانچ سال کی عمر میں ایک شرارت کی پاداش میں ان کا ایک چوتھائی انگوٹھا ضائع ہو گیا۔ (۳۳)

مسلم صاحب کی جوانی اگرچہ مشکل وقت میں بسر ہوئی۔ جس کی وجہ سے وہ جوانی ہی میں بہت عملی آدمی بنے۔ جوانی کے ان مشغلوں میں، جو عام طور پر نوجوانوں کا محور رہتے تھے، انہیں دلچسپی لینے کی فرصت نہیں ملی۔ اس کے باوجود لمحہ بہ لمحہ زندگی سے ہمیں پتہ

چلتا ہے کہ مسلم صاحب موسیقی اور گانا اور خاص کر قوالی سنتے تھے۔ ہائی سکول کے آخری ایک دو سال میں انہیں فلم دیکھنے کی عادت پڑ گئی حالانکہ ان کے شہر [نکودر] میں کوئی سینما گھر نہیں تھا۔ نزدیک ترین سینما گھر ۲۳-۲۴ کلومیٹر دُور ضلعی صدر مقام جالندھر میں تھا۔ اس کی خاطر وہ ٹرین میں بغیر ٹکٹ سفر کرتے تھے۔ ٹی ٹی کو دیکھ کر ڈبہ بدل لیتے یا ادھر اُدھر ہو جاتے اور جالندھر پہنچ کر پلیٹ فارم سے آگے پیچھے دُور جا کر جنگلا پار کر جاتے۔ پنجابی فلم [ہیر سیال] یا کوئی اور فلم دیکھ کر اسی طرح ٹرین میں بغیر ٹکٹ سفر کر کے گھر واپس جاتے۔(۴۳)

جوانی میں وہ شرارت کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ انہوں نے چند دوستوں سمیت شرارت سے اپنے ایک ہم جماعت اور ہوسٹل کے ساتھی شفیق کو فرضی محبوبہ [جمیلہ] کی طرف سے خط لکھ کر فرضی محبت میں مبتلا کر دیا جس کے نتیجے میں شفیق ڈاکو بن کر جمیلہ کو اغوا کرنے اور اس ظالم سماج سے دور لے جانے کے لئے ہوسٹل سے بھاگ نکلا۔(۵۳) اس شرارت کو مسلم صاحب نے افسانہ بنا کر اپنی پہلی کتاب [ایک ٹہنی کے پھول] میں [مغل] کے نام سے شامل کر دیا۔ ع س مسلم اپنے زمانے کے سنجیدہ جوانوں کی طرح ارد گرد کے سیاسی و سماجی واقعات میں دلچسپی لیتے تھے۔ یہ تحریک پاکستان کے عروج کا زمانہ تھا۔ اُنہوں نے نہ صرف اس تحریک میں بھرپور شرکت کی ۔ بلکہ وہ اس کا حصہ رہے۔ مسلم لیگی تھے۔ ڈرگ روڈ پر مسلم لیگ کی ایک شاخ بہت محنت اور محبت سے قائم کی جو زیادہ دیر نہیں چل سکی۔

عملی زندگی:

ع س مسلم کی عملی زندگی ذاتی اور ملکی حالات کی وجہ سے بہت جلد شروع ہوئی۔ انہوں نے جب ہوش سنبھالا تو ان کی فیملی کی مالی حالات اچھے نہیں تھے۔ یہاں تک کہ سکول کی فیس بھرنا کبھی کبھی ان کی استطاعت سے باہر ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کے سامنے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ بزورِ بازو عملی زندگی کے میدان میں اُتریں۔ اور ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے زیادہ سے زیادہ محنت کریں۔ اور یہی ہے ع س مسلم کی کامیابی کا راز ہے جو وہ [لمحہ بہ لمحہ زندگی] میں قاری کو مختلف انداز میں بتاتے رہے۔ محنت ہی مسلم صاحب کی زندگی کا خلاصہ ہے۔

جوانی میں تلاشِ معاش کے سلسلے میں سخت دشواریاں پیش آئیں۔ مگر انہوں نے محنت سے کبھی دل نہ چرایا۔ جہاں کہیں نوکری ملی ڈٹ کر کی۔ ایک نوکری گئی تو دوسری کی تلاش شروع ہوئی۔ دوبارہ گئی تو دوبارہ تلاش کی، مگر مزید احتیاط اور تجربے کے ساتھ۔ دن رات بغیر کسی شکایت کے کام اور محنت۔ مگر جب بھی ان کو محسوس ہوا کہ ان پہ ظلم ہو رہا ہے تو انہوں نے اپنے حق کا مطالبہ کیا۔ اور جب تک حق نہ ملا وہ چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ جہاں بھی ان کو کوئی ایسا راستہ نظر آیا کہ اس پہ چل کے مسئلے کے حل کا امکان تھا فوراً اسی راستے پر چل پڑتے۔ اس مسلسل محنت کی بدولت مسلم کے مالی حالت، ذہنی صلاحیت، علمی و ثقافتی اور ادبی ترقی کے امکانات میں بہت اضافہ ہوا۔ ان کے اندر قیادت کی صلاحیت اُبھری۔ ان کے سامنے منزل کا تعین ہو گیا۔ زندگی بسر کرنے کا فن حاصل ہوا۔ ان کی ادبی اور سیاسی تشکیل بھی ہوئی۔

اکیاون سال پہلے، یعنی عین جوانی میں ع س مسلم نے اپنے بارے میں نثر کے روپ میں کہا تھا: [میں اپنے ماحول سے ہمیشہ بر

سر پیکار ہوں۔ مجھے ایک ریلے میں بہہ جانا پسند نہیں۔ میں اپنی مرضی سے، اپنی رفتار سے، اور اپنے انداز سے تیرنا چاہتا ہوں۔ ایسا کرنے میں دریا کا دھارا اگر موافق ہے تو زہے قسمت، ورنہ مخالف سمت میں تیر کر بازو شل کر لینا تو گوارا ہے، مسلک کی تبدیلی، یا ناموافق حالات سے متاثر ہو کر مفاہمت کا چلن گوارا نہیں۔ ایسے رویے میں کچھ بنیادی خامیاں بھی ہوتی ہیں۔ زمانے کی فضا اکثر سازگار نہیں ہوتی۔ اور مجھ جیسے ازلی باغی کو لڑ جھگڑ کر اپنے لئے مقام پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اس عمل میں تجربوں، تلخیوں اور حقائق سے دوچار ہونا پڑا]۔ (۶۳)

[اوس اور کرنیں] میں مشمولہ ایک غزل کا، جو مارچ ۱۹۴۹ء میں لکھی گئی، مقطع یوں ہے:

کٹی ہے عمر اسیری میں

بیشتر مسلم

مزاج اپنا ازل سے ہی باغیانہ

تھا (۷۳)

میری نظر میں یہی ہے ع س مسلم کی مختلف الجہات کامیابی کا راز۔ اسی باغیانہ مزاج کی بدولت انہیں زندگی سے نبرد آزما ہونے کے لئے بغیر کسی کا سہارا ڈھونڈے بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ اور اسی باغیانہ مزاج کی بدولت مجلسی اور سماجی زندگی میں انہیں قیادت ہی کرتے دیکھا گیا۔ اب بھی ع س مسلم کی زندگی کا شعار محنت ہے۔ محنت ہی سے ان کی شخصیت تشکیل پائی۔ جو بھی پہلو اس میں اُبھر آیا وہ اللہ پر بھروسہ اور ان کی ذاتی محنت ہی کی بدولت ہے۔

۵-۵: لمحہ بہ لمحہ زندگی کی حیثیت اور مقام

لمحہ بہ لمحہ زندگی اگرچہ ع س مسلم کی آپ بیتی ہے، اور اس میں آپ بیتی کی خصوصیات بھی دکھائی دیتی ہیں۔ مگر ہماری نظر میں یہ خالصتاً آپ بیتی نہیں۔ یہ آپ بیتی سے آگے ایک اور تصنیف ہے۔ اس میں مسلم صاحب کی زندگی کا انعکاس سو فیصد نہیں۔ ان کی ذاتی زندگی کے کچھ پہلو ایسے ہیں جن کی بعض جھلکیاں ان کی دوسری تصنیفات و تالیفات، بالخصوص ان کے لکھے ہوئے سفرناموں میں بھی ملتی ہیں۔ لہٰذا مسلم صاحب نے لمحہ بہ لمحہ زندگی میں بجا طور پر کچھ کتابوں کے نام لے کر کہا کہ یہ ان کی لمحہ بہ لمحہ زندگی کا ناگزیر جزو ہیں۔ اور ان کی کتابِ زیست کے مجموعی اور بالاستیعاب مطالعے کے لئے ان کتب کو زیرِ مطالعہ رکھنا بھی مفید رہے گا۔ (۸۳)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے ۲۰۰۵ء میں لمحہ بہ لمحہ زندگی کی اشاعت کے بعد ع س مسلم کی زوجہ محترمہ بیگم ناظرہ مسلم وفات پا گئیں۔ اس کے تقریباً پانچ سال بعد مسلم کے بڑے بیٹے نیاز مسلم کا انتقال ہوا۔ خودنوشت کا جو حصہ بیگم ناظرہ مسلم کی وفات سے متعلق ہے بانگِ نبرد کے صفحہ ۶۱۲ سے لے کر صفحہ ۶۲۲ تک [بہار آخر شد] کے عنوان کے تحت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ نیاز مسلم کی وفات کے بارے میں ع س مسلم کی خودنوشت کوئی تحریر ابھی تک کسی کتاب میں نظر نہیں آئی۔

مگر لمحہ بہ لمحہ زندگی میں مسلم کے علاوہ پورے معاشرے کے ایک خاص دور کی کہانی ہے۔ جس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں اور سرگرمیوں پر علمی انداز سے گفتگو ہوئی ہے۔ لمحہ لمحہ زندگی میں مسلم کے خاندانی اور جغرافیائی حالات کو جڑوں سمیت زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ لوہگڑھ، نکودر، جالندھر اور ملسیان کی تاریخی و جغرافیائی توصیف کے علاوہ وہاں کے معاشرتی طبقات، شادی بیاہ کی رسوم، پنچائیت، ہندوؤں کے ذات پات اور اُونچ نیچ کے رواج، اور ان کے ساتھ صدیوں کے میل جول کی وجہ سے مسلمانوں پر ان کے اثرات اور نتائج کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ دیہی معاشرے کے کلچر، اس کی گذر اوقات، موسم اور سیلاب وغیرہ پر وافر معلومات مہیا کی گئیں ہیں۔

چرخہ جیسے دیہی معاشرے کے ایک لازمی جزو، اس کے لوازمات، اس کی اہمیت اور معاشرے پر اس کے اثرات پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی۔ اسی طرح نائی، بہشتی، لوہار، ترکھان، قصاب، موچی، سُنار، جولاہے، میراثی، الغرض مختلف پیشوں سے منسلک لوگ جو معاشرے کی ضروریات پوری کرتے ہیں، اور یہی پیشہ ان کی ذات اور پہچان ہوتی ہے، ان پر روشنی ڈالی گئی۔ یہ سب ذاتیں زمین داری اور کاشت کاری کے دائرے میں جو معیشت کی بنیاد تھی اپنے اپنے فرائض بغیر کسی تنازع یا تضاد کے سرانجام دیتیں۔ قبیلہ [ارائیں] اور نکودر اور جالندھر میں مشاہیر کے چند ناموں کے بارے میں تفصیلی بات ہوئی ہے، جن میں چودھری محمد علی وزیر اعظم پاکستان، کرنل الٰہی بخش مُعالج قائداعظم، مولانا غلام رسول مہر، معروف شاعر عبدالعزیز خالد، مترجم قرآن مولانا محمد فتح جالندھری، شاہنامہء اسلام اور ترانہء پاکستان کے خالق ابوالاثر حفیظ جالندھری، فلم، ٹی وی کے اداکار اور معتمد پروگرام طارق عزیز اور جنرل ضیاء الحق کے نام شامل ہیں۔ (۹۳)

اسی طرح تعلیم کی اہمیت اور قیامِ پاکستان کے بعد قومی ترجیحات میں اس کے درجہ، مختلف معیار اور بدیسی نصاب کی آمیزش کی وجہ سے پاکستانی ذہن کی فرنگی پیوندکاری، اردو زبان اور اس کو قائداعظم کے پاکستان کی قومی زبان قرار دینے، اور ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت تمام منتخب صوبائی اسمبلیوں کے اپنے اپنے صوبوں میں اسے سرکاری زبان بنانے کے علاوہ دیہات میں سرکاری سکولوں کی کمی یا عدم موجودگی کی وجہ سے پیدا شدہ قباحتوں پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ (۹۴)

معاشرتی و مذہبی رسوم پر، اور خاص کر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے موقع پر جلوسوں کی شان و شوکت، ان میں سبز، سرخ، سفید، سیاہ، اور دیگر رنگوں کے چھوٹے بڑے ہوا میں لہراتے ہوئے جھنڈوں، جلوس کے شرکاء اور ان کے مدھم اور باوقار انداز میں نعتیں اور درود وسلام پڑھنے پر بھی تفصیلی گفتگو ہوئی۔ (۹۵)

خدمتِ خلق کے سلسلے میں ع س مسلم نے لمحہ بہ لمحہ زندگی میں قاری کو اپنی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلاً بتایا۔ تعلیم بالغان کے پروگرام، ذہنی پسماندگان کی تعلیم و تربیت کے ادارے [سائنوسا]، قیامِ پاکستان کے بعد پیپر مونٹس ایسوسی ایشن کی تاسیس، رحمت وقف، رحمت ہسپتال، اور ادارہ تعلیم و ترقی پر تفصیلی گفتگو کی گئی۔

مختلف ادبی تحریکوں اور سرگرمیوں پر بھی تجزیاتی و تنقیدی گفتگو ہوئی۔ بعض ادبی تحاریک سے منسلک ادباء و شعراء پر تنقید کرتے

ہوئے کہتے ہیں: [بعضوں کی ترقی پسندی جنس پرستی سے ہوکر گلیوں کی آوارہ کتوں کے ساتھ ملحق ہوئی، چند سکوں کے عوض کسی گوری قحبہ کے ساتھ شب بسری کو صدیوں کی [غلامی کا انتقام] کہہ دینے پر ختم ہوجاتی تھی۔ بڑی جست لگائی تو رسی تڑا کر مرنے کے بعد لاش دفنانے کے بجائے نذرِ آتش کردینے کی وصیت کردی۔ اس حمام میں سب ایک جیسے تھے۔ کیا ترقی پسند اور کیا رجعت پسند۔ اس بہتی گنگا میں سبھی نے ہاتھ دھوئے]۔ [۴۲] لمحہ بہ لمحہ زندگی کے دو ابواب، یعنی باب ۱۱ [خیابانِ علم وادب] اور باب ۱۲ [چھوڑی ہوئی منزل کی طرف] شعروادب اور مختلف ادبی تحریکوں اور سرگرمیوں کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔

لمحہ بہ لمحہ زندگی میں سیاسی واقعات کا ہر جگہ ذکر ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے نفاذ کے بعد ۱۹۳۷ء کے انتخابات پر بات ہوئی جس کے نتیجے میں پنجاب میں سر سکندر حیات کی سرکردگی میں یونینسٹ پارٹی کی حکومت بنی۔ اور اس میں جاٹ وزیر سر چھوٹو رام بھی شامل تھے۔ [۴۳] دوسری جنگِ عظیم، یورپ، مشرقِ وسطیٰ، افریقہ اور مشرقِ بعید میں انگریزوں کو شکست پر شکست، جاپانی افواج کی کلکتہ کے دروازے پر دستک، کراچی پر جرمنی بمباری کا خطرہ، ہندوستان کے اندر کانگریس کی [ہندوستان چھوڑ دو] اور مسلمانوں کی [لے کے رہیں گے پاکستان] کی تحریکوں کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی۔ [۴۴] برِصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی شیعہ اور سنی میں فرقہ بندی پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ فروری ۱۹۴۹ء میں حکومتِ پاکستان کی زیرِ سرپرستی ایک عظیم الشان انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس کے انعقاد کا ذِکر بھی ہوا۔ [۴۵]

مسلم صاحب کی نظر تاریخِ عالم، عالمی سیاست، اور مختلف سیاسی تحریکوں پر بھی رہی۔ اس لئے لمحہ بہ لمحہ زندگی میں عالمی سیاست اور خاص کر پاکستان کے قیام کے حوالے سے پورے دو باب، یعنی باب ۷ [تحریکِ پاکستان] اور باب ۸ [استقلالِ پاکستان] سیاسی امور کے لئے مختص کئے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ [ع س مسلم کو محض شاعر ثابت کرنا نہ صرف مشکل ہے، بلکہ خود اُس کی ذات سے بھی ناانصافی کے مترادف ہے۔ اُس کی متنوع شخصیت کچھ ایسی مجموعہء اضداد واقع ہوئی ہے کہ وہ بیک وقت شاعر بھی ہے، تاجر بھی، لیڈر بھی ہے، افسانہ نویس بھی مخلص دوست بھی ہے، سخت گیر منتظم بھی۔ پھول سے زیادہ نازک بھی ہے، پتھر سے بڑھ کر سخت بھی۔ بے باکی اور صاف گوئی میں ایسا بے رحم کہ عزیز سے عزیز دوست کو بھی نہ بخشے۔ چشم پوشی پر آجائے تو دشمن سے بھی درگزر کر جائے]۔ [۴۶]

جبکہ لمحہ بہ لمحہ زندگی ایک مکمل دَور کی سماجی، تہذیبی، معاشی، ثقافتی، ادبی اور سیاسی تاریخ ہے۔ اس میں ع س مسلم کی حیثیت اس دَور پر ایک عینی شاہد کی ہے جس نے واقعات کو دیکھا، سمجھا، تجزیہ کیا اور ان سے عبرت اخذ کر کے نئی نسل کے سامنے آپ بیتی نہیں، جگ بیتی کی شکل میں ایک قیمتی تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ پاکستان کے حوالے سے یہ حب الوطنی کا ایک مرقع ہے جس میں [illegible] ہیرو قائد اعظم محمد علی جناح اور پاکستان کی مٹی ہے۔ زندگی کے حوالے سے یہ ایک دائرہ معارف ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ، ہر پہلو اور ہر رخ کے بارے میں معتبر معلومات، آزمودہ تجربات اور پختہ افکار وخیالات کو صرف سات سو صفحوں کی کتاب میں سمیٹا گیا۔ ورنہ اسے کئی جلدوں میں سمیٹیں

لیکن سمٹ نہ پائے۔

اس کے باوجود سوانح عمری [تاریخ] سے مختلف اور زیادہ اثر پذیر ہوتی ہے۔تاریخ میں مجرد واقعات اس طریقے سے پیش کئے جاتے ہیں کہ پڑھنے والے کو ظن وتخمین سے کام لینا نہ پڑے۔جبکہ سوانح عمری ایک ایسے شخص کی کہانی ہوتی ہے جس نے زندگی پر اتنا اثر کیا ہو کہ تاریخ اس کی زندگی میں دلچسپی لیتے ہوئے اس کے دروازے پر آکھڑی ہو۔(۲۴)

الحمد للہ پیرانہ سالی کے باوجود ع س مسلم کی ہمت، توانائی اور قوتِ کار جوانوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو صحت وتوانائی کے ساتھ لمبی عمر سے نواز ے۔ان کی فکر کی تابانی اور قلم کی درخشانی کو قائم رکھے۔اور وہ اسی بانکپن کے ساتھ کارزارِ حق وباطل میں دادِ شجاعت دیتے رہیں۔آمین

حواشی

۱- صدر شعبہ اردو، الازہر یونیورسٹی، قاہرہ۔حالیہ فارن پروفیسر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب

۲- مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ڈاکٹر عبدالعزیز شرف۔ادب السيرة الذاتية ۔ الشركة المصرية العالمية للنشر ۔ لونجمان ۔ الجيزة ۱۹۹۲ء

۳- ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ۔جدید اردو نثر۔ملتان ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۳

۴- مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ۔جدید اردو نثر۔ملتان ۲۰۰۱ء، ص ۹۹ تا ۱۳۹

۵- ڈاکٹر سلیم اختر۔اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ۔سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۵۳۳

۶- ڈاکٹر عبدالستار نیازی۔حسن گفتگو، لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۴۳　　۷- حسن گفتگو ص ۹۶، ۹۷

۸- لمحہ بہ لمحہ زندگی۔مقدمہ ص ۲۳　　۹- سورہ شرح: ۱، ۲

۱۰- سورہ توبہ: ۸۱　　۱۱- سورہ رحمٰن

۱۲- یہ علامہ اقبال کی نظم [ہندوستانی بچوں کا قومی گیت] کے ایک شعر کا آخری مصرع ہے۔پورا شعر اس طرح ہے:

وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے

جس مکاں سے

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں

سے

کلیاتِ اقبال، اردو۔اشاعت ہشتم ۱۹۸۹ء۔بانگِ درا، ص ۸۷

۱۳- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۲۵
۱۴- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۲۵
۱۵- ع س مسلم۔کشورِ کسریٰ تا سونا ردیس،۔لاہور ۲۰۰۰ء،ص ۱۱
۱۶- ع س مسلم۔سفر اندر سفر،لاہور ۲۰۰۴ء،ص ۱۹
۱۷- ڈاکٹر طاہر تونسوی۔جہت ساز تخلیقی شخصیت ابوالامتیاز ع س مسلم،لاہور ۲۰۰۳ء۔ص ۱۰
۱۸- ڈاکٹر طاہر تونسوی۔جہت ساز تخلیقی شخصیت،ص ۱۱
۱۹- ع س مسلم۔بانگِ نبرد۔لاہور ۲۰۰۹ء۔مقدمہ از عرفان صدیقی،ص ۲۶
۲۰- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۹۹
۲۱- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۳۱
۲۲- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۶۵
۲۳- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۳۰۰
۲۴- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۶۶
۲۵- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۷۳
۲۶- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۷۳، ۷۸
۲۷- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۰۷
۲۸- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۷۸
۲۹- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۵۶
۳۰- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۶۰
۳۱- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۱۳، ۱۱۴
۳۲- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۶۱
۳۳- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۷۱
۳۴- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۶۱
۳۵- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۶۲
۳۶- ع س مسلم۔ایک ٹہنی کے پھول۔کراچی ۱۹۵۷ء،حرفِ اول
۳۷- اوس اور کرنیں۔نیا راہی۔کراچی ۱۹۶۲ء،ص ۷۰
۳۸- ڈاکٹر طاہر تونسوی۔جہت ساز تخلیقی شخصیت،ص ۱۱
۳۹- ع س مسلم۔بانگِ نبرد۔لاہور ۲۰۰۹ء۔مقدمہ از عرفان صدیقی،ص ۲۶
۴۰- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۹۹
۴۱- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۳۱
۴۲- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۶۵
۴۳- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۳۰۰
۴۴- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۶۶
۴۵- لمحہ بہ لمحہ زندگی،ص ۱۷۳
۴۶- اوس اور کرنیں۔عزیز علوی کا مقدمہ،ص ۱۷، ۱۸
۴۷- ڈاکٹر عبدالعزیز شرف۔ ادب السیرۃ الذاتیۃ ۔مصر ۱۹۹۲ء۔ص ۱۴۱ومابعدھا

(''ابوالامتیاز ع س مسلم سیمینار''،منعقدہ ۷۔مارچ ۲۰۱۰ء،
بہ اہتمام عالمی رابطہ ادبِ اسلامی،لاہور میں پڑھا گیا)

تحریر: ڈاکٹر فوزیہ چوہدری

ع س مسلم کی افسانہ نگاری

Abstract:
A.S. Muslim is famous for his poetry. So the reference of short story in his biography, seems very strange. But it is a fact that he is author of short stories of different kind and has created various forms of short stories. His book, "Tahni ka phol" consist of 14 short stories, published in 1957 which were written during 1946 and 1957 A.D.
The research comprises upon some discussion regarding of the short stories of A.S. Muslim.

فنون لطیفہ احساسات کے اظہار کا ذریعہ ہیں اور فن میں اظہار کے لیے اسلوب کی وہی اہمیت ہے جو اظہار بیان کے لیے زبان کی۔ گویا اسلوب خیالات و احساسات کے بیان کا ایک ذریعہ ہے، جس کے ذریعے فن کار اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے۔ مَیں سمجھتی ہوں کہ اسلوب اکتسابی سے زیادہ ایک وہبی اظہار ہے۔ اسلوب اختیار نہیں کیا جاتا بلکہ فنکار کا فن خود اظہار کے لیے اسلوب کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ فن، نمود سے زیادہ خلوص اور نیک نیتی سے بڑھتا اور پنپتا ہے۔ ہر بڑے اور منفرد اسلوب کے پیچھے تجربے اور محنت کی انفرادی اور شخصی استعداد کارفرما ہوتی ہے۔ کسی فن کو پرکھنے کے لیے اسلوب سے بے نیاز نہیں رہا جاسکتا۔ بلکہ اسلوب ہی فن پارے کی شناخت اور مقام و مرتبہ متعین کرنے میں بنیادی کلید ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ ہر صنفِ ادب کا اسلوب متقاضی حالات اور ایک دوسرے سے اپنی علحدہ پہچان رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم افسانے، ناول اور فکشن کے لیے مستعمل اسلوب کو اسی کامیابی کے ساتھ تحقیق و تنقید، تجزیئے اور وضاحتی مضامین کے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ صحافتی کالم اور سوانحی حالات پر مشتمل اسلوب بھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ اُس فنکار پر منحصر ہے کہ وہ اس اسلوبیاتی فرق کو کس طرح ملحوظِ خاطر رکھتا ہے۔ فنکار جتنا بڑا ہوگا اس کا اسلوب بھی اتنا ہی منجھا ہوا ہوگا۔ گویا تجربہ اور محنت اسلوب کی بنیاد ٹھہرے اور انفرادیت اسلوب کی آرائش۔ جب ہم کسی صاحبِ طرز ادیب کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ایسا ادیب جس نے اپنی محنت، لگن، تجربے اور انفرادیت سے ایک ایسی طرزِ خاص ایجاد کی ہے جو خالصتاً اُسی کے ساتھ منسوب ہے اور اُسے اپنے ہمعصروں میں ایک خاص نمایاں اور منفرد مقام و مرتبہ عطا کرنے میں ممد و معاون ہے۔

ع س مسلم کا شمار بھی ایسے ہی صاحبِ طرز اور منفرد صاحبِ اسلوب اہلِ قلم میں ہوتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی عملی زندگی کے ساتھ ساتھ شعر و ادب میں بھی وسیع المشربی کو اپنائے رکھا اور انتہائی کامیابی سے اپنائے رکھا۔ اُن کی شخصیت کی ہمہ جہتی نے اُنہیں ایک سے زائد اصنافِ نظم و نثر میں طبع آزمائی کا موقع فراہم کیا --- اور کامیاب موقع فراہم کیا۔ ع س مسلم کی شخصیت کی ہمیں بہت سی جہتیں نظر آتی ہیں۔ تخلیقی نگارشات کے علاوہ عملی طور پر بھی اُنہوں نے ایک بھرپور زندگی گذاری

ہے۔ اِس عملی زندگی میں وہ زندگی کے ہر مرحلے پر ایک فعال اور نمایاں شخصیت کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔

اُن کی شخصیت کی اٹھان کا وہ پہلو جو انہیں دوسرے ہم عصروں سے ممتاز کرتا ہے اُن کا یہی فعال پن ہے۔ اگر اُن کی زندگی کو ایک لفظ میں سمویا جائے تو وہ لفظ فعالیت ہی ہوگا۔ وہ زندگی کے جس شعبے سے بھی متعلق رہے اور جتنا عرصہ بھی متعلق رہے اُن کی یہ فعالیت مختلف طرح کے کاموں کی طرف انہیں متوجہ اور سرگرم رکھتی رہی۔ اُن کی سوانحی زندگی پر مشتمل کتاب ''لمحہ بہ لمحہ زندگی'' میں اِس فعالیت کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ زمانہ طالب علمی، کاروباری زندگی کا آغاز، اُس کا اتار چڑھاؤ، تحریکِ پاکستان اور اُس کے سارے پیچ وخم اور پھر ان کے ساتھ ساتھ شعر و ادب سے اُن کی وابستگی بھی ایک غیر معمولی فعالیت (Out standing activity) کی مظہر ہے۔ انہوں نے زندگی کی طرح ادب کو بھی کبھی سرسری انداز میں نہیں لیا۔ قریب قریب گزشتہ سات عشروں کی ادب سے غیر متزلزل وابستگی اس کی روشن مثال ہے

حرف کے ساتھ ان کی Commitment شروع سے ہی ایک توازن کا جوہر لیے ہوئے ہے۔ اِن سات عشروں میں اگر چہ اُن کا غالب تخلیقی اظہار شاعری، یعنی حمد و نعت میں ہوا، لیکن زندگی کے مختلف مراحل میں انہوں نے نثر کو بھی اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ نثر کی صورت میں ان کے تنقیدی مضامین، مختلف سیاسی و سماجی مسائل پر ان کے اظہار یئے، سوانحی حالات کے ساتھ ساتھ تخلیقی نثر بھی شامل ہے۔

تخلیقی نثر سے میری مراد ان کی افسانوی تحریریں یا نگارشات ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر تخلیقی مواد اپنی ہیئت اور صنف کو ساتھ لے کر آتا ہے۔ ایک تخلیق کار جب کسی انوکھے تجربے اور مشاہدے سے گزرتا ہے تو اس کے ذہن کے اندر اظہار کے لیے ایک غیر مرئی (Abstract Form) صورت کے خدوخال واضح ہونے لگتے ہیں۔ جدید ماہرینِ نفسیات بتاتے ہیں کہ تخلیقی عمل پہلے ذہن میں غیر واضح شکل میں شروع ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ وہ ایک واضح ہیئت میں ڈھل جاتا ہے، جسے ہم ادب کی زبان میں صنفِ اظہار کہتے ہیں جو Form of Expression میں ڈھل جاتا ہے۔

اردو ادب کی موجود اصناف میں شاعری میں دوہے سے لے کر طویل یک کتابی نظم تک اور نثر میں ایک چھوٹے سے اخباری کالم سے لے کر ایک طویل ناول یا سوانح عمری تک کی اصناف اِسی ذہنی کارکردگی کی گواہ ہیں۔ ع س مسلّم کے حوالے سے یہ تفصیل اِس لئے دینی پڑی کہ مسلّم صاحب کی غالب وجہِ شہرت اُن کی شاعری ہے۔ ان کے ساتھ افسانہ نگاری کا حوالہ بظاہر غیر مانوس سا نظر آتا ہے، لیکن میں پھر تخلیقی عمل کی اس حقیقت پسندانہ مجبوری کا ذکر کروں گی جس کے تحت اظہار کا ہر تجربہ اپنی مخصوص ہیئت یا Form لے کر آتا ہے۔ بلاشبہ انہوں نے بہت شاعری کی اور اِس شاعری میں تنوع بھی موجود ہے، لیکن اُن کے اکثر قارئین کو یہ خوشگوار حیرت ہوگی جب وہ اُن کی افسانہ نگاری کے حوالے سے کچھ گفتگو سنیں گے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے۔ جیسے لارڈ برٹرنڈ رسل (Lord Bertrand Russell) جو بیسویں صدی کے معروف سائنسدان فلاسفر اور ماہر ریاضیات تھے، لیکن بہت کم لوگوں کو یہ پتہ ہے کہ انہوں نے افسانہ نگاری بھی کی۔ نہ صرف افسانے لکھے بلکہ بہت بڑی تعداد میں لکھے۔ ان کے افسانوں کے تین مجموعے اُن کی زندگی میں شائع ہوئے۔ اسی طرح ادب میں اور بہت سی شخصیات مل